New Edition

92 Publishing House

SRM

Supports Cambridge International Examinations
Syllabuses in Urdu, 3247, 8686 & 9676

مضامین

تفاہیم

شازیہ اسلام

ہمارے سماجی رویّے

معاشرہ مختلف گروہوں سے تعلق رکھنے والے افراد کے آپس میں مِل جُل کر رہنے کا نام ہے۔ ہر معاشرہ وہی ہوتا ہے، جو اُس کے افراد کا مجموعی رویہّ اور مزاج ہوتا ہے۔ اچھے اور بااخلاق افراد اچھا معاشرہ تخلیق کرتے ہیں جبکہ جاہل، بدمزاج اور اکھڑ افراد اپنے معاشرے کو دُنیا بھر کے سامنے ایک بُرے اور تباہ حال معاشرے کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

ہم پاکستانی، پاکستانی معاشرے کے عکاس ہیں۔ ہمارے مزاج، ہمارے رویّے، ہمارے تعلیمی معیارات، ہمارا اخلاق سب مِل جُل کر ہمارے معاشرے کی ایک مکمل تصویر پیش کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر امریکی معاشرہ وہاں کے افراد کے مزاج، رویّے اور اخلاق کی عکاسی کرتا ہے۔ جرمن افراد کا مزاج، رویّہ اور عادات جرمن معاشرے کی عکاسی کرتی ہیں۔ عرب معاشرہ اپنے افراد کے مزاج، عادات اور اخلاقی تعلیمات کی تصویر کشی کرتا ہے۔ آج کے حالات میں اگر ہم ایمان داری سے اپنا جائزہ لیں تو آپ دیکھیں گے کہ ہمارے سماجی رویے انتہائی بدترین نقشہ پیش کر رہے ہیں۔ جہالت، بے حسی، بدمزاجی، جھگڑالوپن، لاقانونیت اور عدم تعاون ہمارے رگ وپے میں سما گئے ہیں۔ ہم عالی شان اور انتہائی مہنگے علاقوں میں بستے ہیں، جہاں ہر کمرے میں اٹالین فرنیچر سجا ہوتا ہے مگر حالت یہ ہے کہ اُسی گھر سے باہر نکلیں تو گٹر بند ہوں گے، سٹریٹ لائٹس نہیں ہوں گی، سڑک کھڈوں سے اٹی پڑی ہوگی اور انھی حالات کو بے حسی کی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے ہم اپنی انتہائی قیمتی کار میں بیٹھ کر کسی اعلیٰ ترین ریسٹورنٹ میں جا بیٹھیں گے اور کہیں گے کہ ''یہ سب درُست کرنا تو حکومت کی ذمہ داری ہے .....'' اگرچہ یہ سب حکومت کی ذمہ داری ہے مگر اپنے حقوق کی بات کرنا اور حکومت اور ضلعی انتظامیہ کی اُس کے فرائض کی انجام دہی کی طرف توجہ دلانا تو کسی حد تک ہمارا بھی فرض ہے۔

لاقانونیت کا مظاہرہ کرنا ہم اپنی شان اور رُعب سمجھتے ہیں۔ ٹریفک کا اشارہ توڑنا، ٹریفک سارجنٹ کو ڈانٹنا، بلاوجہ ہارن بجانا، سڑک پر تھوک اور لفافے پھینکنا، غلط پارکنگ کرنا، غلط اوورٹیکنگ کرنا، یہ سب ہمارے سماجی رویّے بن چکے ہیں۔ یہ تمام جاہلانہ حرکتیں کر کے ہم اپنے آپ کو امیر، بارُعب اور طاقت ور دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جہاں لکھا ہو گا "No parking" وہاں کار پارک کریں گے۔ جہاں لکھا ہو

کیا امتحان دینا ضروری ہے؟

''امتحان'' ایک ایسا لفظ ہے جسے سُنتے ہی پیٹ میں بل سے پڑ جاتے ہیں۔ ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، جسے کوئی نام نہیں دیا جا سکتا۔ موڈ الگ خراب ہو جاتا ہے، نیند بھی نہیں آتی، ہر بات پر غصہ آنے لگتا ہے اور یہ کیفیت خصوصاً اُس وقت طاری ہوتی ہے جب بچوں کا امتحان دینے کا موڈ ہی نہ ہو، سوچا بھی نہ ہو اور تیاری بھی نہ کی ہو۔ جن احمقوں نے تیاری کی ہوتی ہے، اُن کی ایسی حالت نہیں ہوتی، البتہ اُن کی حالت پڑھ پڑھ کر کافی پتلی ہو چکی ہوتی ہے۔

بہرحال، ہم تو اکثریت کی بات کر رہے ہیں کیوں کہ majority is authority، ہم میں سے کون ہے جو خوشی خوشی امتحان دیتا ہے؟ کوئی بھی نہیں، بلکہ امتحان دینے لینے کی آخر ضرورت ہی کیا ہے۔ بس بچوں کو سارا سال پڑھایا اور اگلی جماعت میں ترقی دے دی جو آج کل ویسے بھی دے دی جاتی ہے۔ تعجب ہے اُس شخص پر جو اس نظریے کا خالق تھا۔ کس کے دِل میں یہ خیال آیا تھا اور اُس سے زیادہ تعجب تو اُن لوگوں پر ہوتا ہے جنہوں نے یہ نظریہ نافذ ہی کر ڈالا بلکہ عملی شکل میں دُنیا بھر میں پھیلا ڈالا اور بچوں کی زندگی اجیرن کر دی۔ ہمیں یقین ہے کہ جس شخص نے یہ نظریہ تخلیق کیا، اُس نے خود کوئی امتحان نہیں دیا ہوگا ورنہ وہ ایسی خوف ناک بات دوسروں کو کبھی نہ بتاتا۔

اب یہی سوال کسی بھی عقل مند بچے سے پوچھا جائے کہ بیٹا! کیا امتحان دینا ضروری ہے؟ وہ جھٹ سے بول پڑے گا، بالکل نہیں۔ دوسرا کہے گا کہ آخر اس کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اساتذہ کو خود پر اور ہم پر بھروسا ہونا چاہیئے۔ اُنہوں نے ہمیں اچھا پڑھایا اور ہم نے اچھا پڑھا، بس اتنا کافی ہے۔ مگر کہاں! چھوٹے چھوٹے بچے پہلے تو بڑے بڑے بستوں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں اور پھر اُن کے معصوم دل و دماغ امتحانوں کا خوف جھیلتے ہیں۔ اکثر بچے تو اسی خوف کی وجہ سے فیل ہو جاتے ہیں۔ ایسا تھوڑا ہوتا ہے کہ اُنہوں نے پڑھا نہیں ہوتا۔ وہ بھی تو اُسی کلاس روم میں ہوتے ہیں، جہاں اوّل آنے والے بچے بیٹھے ہوتے ہیں۔ سہمے تو وہ بھی ہوتے ہیں مگر فیل ہونے والے بچوں کے خوف کی قِسم اور ہے۔

اساتذہ کی حالت الگ خراب ہوتی ہے۔ وہ پڑھاتے بھی ہیں اور ہمیں ڈراتے بھی ہیں۔ امتحانات کا جھنجھٹ اُن کے لیے تو ختم ہی نہیں ہوتا اور سب سے مشکل کام تو یہ ہوتا ہے کہ ہمارے پرچے اُنہیں پڑھنے

عمروں کا تفاوت

انسان اپنی زندگی کے مختلف اَدوار جیتا اور گزارتا ہے۔ بچپن، جوانی، بڑھاپا.. ان سب کا اُس کی زندگی میں اہم حصہ ہے۔ بچپن، بے فکری اور معصومیت کا دَور سمجھا جاتا ہے مگر ایسا سب کے لیے نہیں۔ کچھ لوگوں کا بچپن بہت تلخ حالات اور مصائب میں گزرتا ہے۔ جوانی کا دَور اپنی صلاحیتوں کو آزمانے اور اپنا اصل مقام بنانے کی تگ و دو میں گزر جاتا ہے۔ آخری اور تیسرا دَور بڑھاپا ہے، جس میں انسان کی صلاحیتیں اور خوبیاں گہنا چکی ہوتی ہیں مگر اُس کے پاس تجربہ اور علم ہوتا ہے۔ ہر دور کی اپنی یادیں اور تجربات ہوتے ہیں اور یوں انسان کچھ کھوتا اور کچھ پاتا ہوا آگے کی جانب رواں دواں رہتا ہے، حتیٰ کہ اس دُنیا کی آخری منزل طے کر جاتا ہے یعنی موت کی منزل۔

ہمارا موضوع اِس وقت عمروں کا تفاوت یعنی generation gap ہے۔ یہ آج کا مسئلہ نہیں بلکہ ہر زمانے، ہر معاشرے اور ہر خاندان کا مسئلہ ہے۔ انسان دراصل اپنے معاشرے اور خاندان کو وہی کچھ دیتا ہے جو اپنی عُمر کے ابتدائی دور میں اُسے ملا ہو۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ کی جیب میں جو ہوگا، آپ اُسی میں سے کسی کو کچھ دیں گے نہ کہ کسی دوسرے کی جیب سے نکال کر دے دیں گے! بزرگوں اور بچوں کے درمیان ایک طویل مدت کا فاصلہ ہوتا ہے۔ یہ طویل عرصہ چالیس پچاس سال کا ہے، زیادہ یا کم بھی ہوسکتا ہے۔ اس مسئلے نے آج کل ایک پیچیدہ اور مشکل صورتِ حال اختیار کر لی ہے۔ وجہ یہی ہے کہ بڑوں اور بچوں کے درمیان ایک طویل عرصے کا فرق ہے، جسے دونوں ہی طے نہیں کر سکتے۔ ہمارے بزرگ اپنی زندگیاں گزار چکے ہوتے ہیں جب کہ نئی نسل نے ابھی اُس راستے کا سفر شروع ہی کیا ہوتا ہے۔ ان دونوں کے درمیان صرف محبت، توجہ، نرمی، درگزر اور احساس ہی پُل کا کام دے سکتے ہیں۔

دُنیا ترقی کرتی جا رہی ہے اور حالات بہت تیزی سے بدل رہے ہیں۔ معاشرتی اور خاندانی قدریں بہت تیزی سے بدل رہی ہیں۔ آج سے پچیس سال پہلے جو بات معیوب سمجھی جاتی تھی، وہ اب معیوب نہیں رہی۔ دراصل رویّے، اقدار اور ترجیحات بدل جانے کی وجہ سے یہ فاصلہ روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔ پہلے زمانے کے بچے والدین کے سامنے نظر اُٹھا کر بات نہیں کرتے تھے۔ یہ ادب اور فرماں برداری ہماری خاندانی اقدار کی بنیاد تھی۔ اُسی دور کے بچے جو اب دادا دادی اور نانا نانی کے رشتے میں بدل چکے ہیں، جب وہ آج کے بچوں کو ماں باپ کو

خاکے برائے مضامین

(۱) ہمارے شہر کی تاریخی عمارات

آپ کے شہر کا نام اور تاریخی پس منظر .... تاریخی عمارات مثلاً قلعے، باغات، مساجد، حویلیاں وغیرہ .... اُن عمارات کے بارے میں آپ کی دلچسپی اور معلومات .... اُن سے متعلق ماضی کی کہانیاں اور مشہور روایات .... تاریخی عمارات کی حفاظت اور دیکھ بھال کے لیے حکومت کیا اقدامات کر رہی ہے .... بحیثیت ایک پاکستانی، آپ کا کردار کیا ہونا چاہیئے.............

(۲) بازار بمقابلہ پلازے

روز مرّہ اور کبھی کبھار استعمال ہونے والی اشیائے ضرورت .... چیزوں کی خریدو فروخت اور لین دین کے مراکز بازار .... شہر کے مشہور بازار مثلاً انارکلی، رنگ محل، اچھرہ بازار، لبرٹی مارکیٹ وغیرہ .... انسانوں کی بڑھتی ہوئی مصروفیات کے باعث وقت کی کمی اور بازاروں میں خریدوفروخت کا رُجحان کم ہونے کی وجوہات............ پلازوں میں شاپنگ آسان اور باسہولت .... وقت کی بچت اور تھکن سے نجات .... جدید رُجحان............

(۳) کتابوں کی دُکان

گھر یا سکول کے قریب کتابوں کی دُکان .... بے شمار موضوعات پر نئی، جدید، خوب صورت با تصویر کتابیں، رسالے اور اخبارات .... آپ کے پسندیدہ موضوعات پر کتابیں اور رسالے .... ہر مہینے پاکٹ منی سے بچا کر کتاب خریدنا ....اکثر وقت گزارنے کے لیے دُکان پر جانا اور نئی کتابوں کا مطالعہ............فوائد............

تصویری مضامین

(۱) آج کا طالب علم

مندرجہ بالا تصاویر سے آپ کو ایک طالبِ علم کی تعلیمی مصروفیات کا اندازہ ہو چکا ہوگا۔ اِنہیں مدِّنظر رکھتے ہوئے ایک دلچسپ مضمون لکھیئے۔

(۱) طلبا اور مختلف تعلیمی سرگرمیاں،

(۲) آج کا طالبِ علم کتابوں کے انبار تلے دبا ہوا ہے،

(۳) زیادہ تر بچے پڑھائی سے متنفر اور باغی ہو چکے ہیں، کیوں...

(۴) جدید بین الاقوامی رُجحانات اور مقابلے کے اِس دَور میں یہ سب ضروری ہے، مگر کس حد تک؟

(۵) اپنی مصروف تعلیمی زندگی کا مکمل نقشہ، سادہ اور دلچسپ انداز میں تحریر کریں۔